ضمیمہ متعلق پارۂ بست وچہارم ۲۴

اَلَّذِیْنَ کَذَبُوْا عَلَی اللّٰہِ : تفسیر قمی میں جناب امام جعفر صادقؑ سے اس آیت کی تفسیر میں منقول ہے کہ یہ اُس شخص کی حالت ہوگی کہ جس نے یہ دعویٰ کیا ہو کہ میں امام ہوں حالانکہ وہ امام نہ ہو اس پر کسی نے عرض کی کہ گو وہ اولادِ علیؑ مرتضیٰ و فاطمہ زہراؑ سے کیوں نہ ہو؟ فرمایا ہاں۔ گو وہ اولادِ علیؑ مرتضیٰ و فاطمہ زہراؑ ہی کیوں نہ ہوں۔ کافی اور تفسیر عیاشی میں بھی یہ روایت اسی طرح آئی ہے۔ ۱۲

مَثْوًی لِّلْمُتَکَبِّرِیْنَ ؁ : تفسیر قمی میں جناب امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے کہ جہنم میں تکبر کرنے والوں کے واسطے خاص ایک وادی ہے جس کا نام سقر ہے۔ ایک مرتبہ اُس سقر نے خدا تعالےٰ سے اپنی حرارت کی شدت کی شکایت کی تھی اور دم کشی کی اجازت مانگی تھی۔ اجازت مل گئی۔ پھر جو ایک دم کھینچا تو اُس نے اُس سے سارے جہنم کو مشتعل کر دیا۔ ۱۲

لَئِنْ اَشْرَکْتَ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُکَ ..... تا ..... وَکُنْ مِّنَ الشّٰکِرِیْنَ ؁ : تفسیر قمی میں ہے کہ ظاہرا یہ خطاب جناب رسولؐ خدا سے ہے اور مطلب آنحضرتؐ کی امت ہے اور ایسے ہی مواقع کے متعلق جناب امام جعفر صادقؑ نے فرمایا ہے کہ خدا تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کو اس شان کا کلام دیکر بھیجا ہے جسے عرب یوں کہتے ہیں۔ اِیَّاکِ اَعْنِیْ وَاسْمَعِیْ یَاجَارَۃِ (مقصود تو میرے کہنے کا تجھ سے ہے اور پڑوسن سنتی تم رہنا) اور دلیل اس پر خدا تعالیٰ کا یہ قول ہے بَلِ اللّٰہَ فَاعْبُدْ وَکُنْ مِّنَ الشّٰکِرِیْنَ ؁ حالانکہ وہ خوب جانتا تھا کہ اس کا نبیؐ اس کی عبادت کرتا ہے اور ہر دم اس کا شکر ادا کرتا رہتا ہے۔ اس پر بھی جو اس نے اپنے نبیؐ کو عبادت کا حکم دیا تو یہ محض آنحضرتؐ کی امت کی تادیب کیلئے ہے اور جناب امام محمد باقرؑ سے جو اس آیت کا مطلب دریافت کیا گیا تو ان حضرتؑ نے فرمایا کہ اس کی تفسیر یہ ہے کہ اے رسولؐ! اگر تم نے اپنے بعد علیؑ کی ولایت کے ساتھ کسی اور کے ولایت کا حکم دیا تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُکَ وَلَتَکُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ؁ کافی میں جناب امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے کہ لَئِنْ اَشْرَکْتَ کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم نے ولایت علیؑ کا شریک کسی اور کو کیا (تو نتیجہ یہ ہوگا لَیَحْبَطَنَّ الخ) پھر فرمایا بَلِ اللّٰہَ فَاعْبُدْ وَکُنْ مِّنَ الشّٰکِرِیْنَ ؁ مطلب یہ ہے کہ اللہ کی عبادت طاعت کے ساتھ بجالاؤ اور اس کا شکر بجالاؤ کہ ہم نے تمہارے بھائی اور تمہارے ابنِ عم کو تمہارا قوتِ بازو مقرر کیا۔ ۱۲

قَبْضَتُہٗ : التوحید میں جناب امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے کہ اس کے معنی ہیں اُس کی تنہا ملکیت جس میں کوئی اور شریک نہیں۔ ۱۲

بِیَمِیْنِہٖ : یمین کے معنی ہیں دایاں ہاتھ اور ہاتھ سے مراد ہے قوت و قدرت۔ ۱۲

اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰہُ : تفسیر مجمع البیان میں روایت کی گئی ہے کہ اس سے مراد جبرئیلؑ و میکائیلؑ و اسرافیلؑ و ملک الموت ہیں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ جناب رسولؐ خدا نے جبرئیلؑ امین سے اس آیت کے بارے میں دریافت کیا تھا کہ یہ کون کون ہونگے جن کا مرنا اور گرنا خدا کو پسند نہ ہوگا تو انھوں نے عرض کی یہ شہید ہوں گے جو اپنی تلواریں حمائل کئے عرش کے گرداگرد ہوں گے۔ ۱۲

ثُمَّ نُفِخَ فِیْہِ اُخْرٰی : تفسیر قمی میں ہے کہ جناب امام زین العابدینؑ سے دریافت کیا گیا تھا کہ ان دونوں صوروں کے پھونکے جانے کے مابین کتنا فاصلہ ہوگا؟ فرمایا جتنا اللہ چاہے۔ عرض کی گئی یا ابن رسولؐ اللہ یہ تو بتلا دیجئے کہ یہ صور پھونکا کیونکر جائے گا؟ فرمایا کہ پہلی مرتبہ پھونکے جانے کی صورت یہ ہے کہ خدا تعالےٰ اسرافیلؑ کو حکم دیگا وہ صور لئے دنیا میں اتریں گے اس صور کا سر تو ایک ہے اور رُخ دو اور دونوں رخوں کے مابین اتنا ہی فاصلہ ہے جتنا آسمان و زمین کے مابین۔ پس جس وقت فرشتے دیکھیں گے کہ اسرافیلؑ صور لیے ہوئے دنیا میں آ ترآئے تو وہ کہیں گے کہ اب زمین والوں کی اور آسمان والوں کی موت آگئی۔ پس اسرافیلؑ بیت المقدس کے خطے میں اُتریں گے اور کعبہ کی طرف رخ کریں گے۔ جب زمین کے رہنے والے انھیں دیکھیں گے تو وہ کہیں گے کہ خدا تعالےٰ نے زمین کے رہنے والوں کی موت بھیج دی ہے۔ اس کے بعد وہ صور پھونکیں گے جیسے ہی اُس کی آواز اُس رُخ سے نکلے گی جو زمین کی طرف ہے پس زمین پر جو ذی روح ہے وہ گر کر مر جائے گا پھر آسمان کی طرف جو رُخ ہے اُس سے آواز نکلے گی پس آسمان کے سب ذی روح گر کر مر جائیں صرف اسرافیلؑ باقی رہیں گے آخر ان کو بھی مرنے کا حکم ہوگا اور وہ بھی مر جائیں گے۔ اور اسی حالت میں جب تک خدا کو منظور ہے رہیں گے۔ اور خدا تعالیٰ آسمانوں کو حکم دیگا وہ مضطر ہو جائیں گے۔ اور پہاڑوں کو حکم دیگا وہ چلنے لگیں گے اور پھیل جائیں گے۔ یہ زمین دوسری زمین سے بدل دی جائے گی۔ یعنی ایسی زمین سے جس پر کوئی گناہ نہ کیا ہوگا۔ اور جو کھلی ہوگی۔ یعنی اس پر نہ پہاڑ ہوں گے اور نہ نباتات جیسی کہ ابتدا ابتداء میں بھی تھی عرش خدا پانی پر لوٹ جائیگا جیسا کہ پہلے تھا اور اس کی عظمت و قدرت سے قائم ہوگا۔ اس وقت خود ایک بلند آواز سے جس کو آسمان و زمین سنتے ہوں گے ارشاد فرمائے گا لِمَنِ الْمُلْکُ الْیَوْمَ۔ جواب دینے والا کوئی نہ ہوگا خود ہی جواب دے گا۔ لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَھَّارِ۔ یعنی میں نے ہی ساری مخلوق کو مقہور کیا اور میں نے ہی اس کو موت دی۔ اِنِّیْ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا وَحْدِیْ لَا شَرِیْکَ لِیْ وَلَا وَزِیْرَ ہیں نے ان کو اپنی قدرت سے پیدا کیا تھا اور میں نے اپنی مشیت سے ان کو موت دی ہے اور میں اپنی قدرت سے ان کو پھر زندہ کرتا ہوں۔ چنانچہ صور کا دوسری مرتبہ پھونکا جانا منجانب جبار و قہار ہوگا جیسے ہی اس کے ایک رُخ سے آواز نکلے گی جو آسمان کی طرف ہے تو کل آسمان والے جی اٹھیں گے، حاملان عرش بھی عود کر آئیں گے۔ اور دوسرے رُخ سے آواز نکلنے پر جو زمین کی طرف ہے کل اہلِ زمین جی اٹھیں گے جنت و دوزخ حاضر کئے جائیں گے اور کل مخلوق حساب دینے کیلئے جمع ہو جائیں گے۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ یہاں تک پہنچکر جناب امام زین العابدینؑ نے بہت گریہ فرمایا۔ ۱۲

وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا : تفسیر قمی میں جناب امام جعفر صادقؑ سے اس آیت کی تفسیر میں منقول ہے کہ زمین کا رب (مالک) زمین کا امام ہے عرض کیا گیا کہ جب وہ خروج فرمائیں گے تو کیا ہوگا؟ فرمایا اس وقت لوگوں کو سورج کی روشنی اور چاندنی کی بھی ضرورت نہ رہے گی، امامؑ ہی کا نور کافی ہوگا۔ اور ارشاد مفید علیہ الرحمہ میں انہی حضرتؑ سے منقول ہے کہ جب قائم آل محمدؐ آجائیں گے تو اس وقت کی یہ حالت ہوگی کہ زمین اپنے مالک کے نور سے روشن ہوجائیگی لوگ سورج کی روشنی سے مستغنی ہوجائیں گے اور ظلمت جاتی رہے گی۔ ۱۲

وَجِایْٓءَ بِالنَّبِیّٖنَ وَالشُّھَدَآءِ : تفسیر قمی میں ہے کہ شہداء سے مراد ائمہ معصومینؑ ہیں اور دلیل اس پر سورہ حج کی وہ آیت ہے لِیَکُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ (دیکھو صفحہ ۴۰۸ سطر ۱۱ نوٹ نمبر ۷)۔ ۱۲

اَبْوَابُ جَهَنَّمَ : (دیکھو ص۳۵۱ نوٹ ۵ ص۳۱۶ نوٹ ۱) ۱۲

قِیْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ : تفسیر صافی میں ہے کہ کہنے والے تو اس جملے کے اہل ایمان ہوں گے اور موقعہ وہ کہ تمام امور کا ٹھیک ٹھیک فیصلہ ہوچکا ہوگا اور راحت ابدی پاچکے ہوں گے۔ ۱۲

حٰمٓ : اس کی تاویل حرف مقطعات کی بحث میں سورۂ بقر کے پہلے نوٹ کے ضمیمہ میں انشاء اللہ مفصل بیان کی جائے گی یہاں صرف ایک معنی بیان کئے جاتے ہیں۔ معانی الاخبار میں جناب امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے کہ حٰمٓ کے معنی ہیں اَلْحَمِیْدُ الْمَجِیْدُ۔ ۱۲

مَا یُجَادِلُ فِیْٓ اٰیٰتِ اللّٰهِ اِلَّا الَّذِیْنَ کَفَرُوْا : الاکمال میں جناب رسول خداؐ سے منقول ہے کہ دین خدا میں مجادلہ کرنے والوں پر ستّر نبیوں کی زبانی لعنت کی گئی ہے اور جس شخص نے آیات خدا کے بارے میں مجادلہ کیا وہ یقیناً کافر ہوگیا۔ پھر حضرتؐ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ نیز آنحضرتؐ سے یہ حدیث بھی مروی ہے اِنَّ جِدَالًا فِی الْقُرْاٰنِ کُفْرٌ (قرآن مجید کے بارے میں جدال کرنا کفر ہے) اس حدیث میں لفظ جدال نکرہ لایا گیا ہے یہ ثابت کرنے کے لیے کہ عامیانہ اور ناحق بحث کرنا کفر ہے۔ باقی مشکل مشکل عقدے حل کرنے کے لیے حقائق استنباط کرنے کے لیے اور شک و شبہہ ڈالنے والوں کا دار و مدار جن پھر پوچ تاویلوں پر ہوتا ہے ان کی جڑ کاٹنے کیلئے، اور جو طعن انھوں نے خاصان خدا پر کیے ہوں ان کو رد کرنے کے لیے خاص جدال کرنا بالکل جائز اور صواب ہے۔ ۱۲

فَقَدْ رَحِمْتَهٗ : تفسیر قمی میں ہے کہ یہ رحمت کا واقعہ قیامت کے دن پیش آئے گا۔ ۱۲

وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ : تفسیر قمی میں ہے کہ بڑی کامیابی اُس شخص کی ہے جس کا خدا تعالیٰ فلاں و فلاں سے پیچھا چھڑا دے۔ کافی میں ہے کہ خدا تعالیٰ نے توبہ کرنے والوں کو تین خوبیاں ایسی عطا فرمائی ہیں کہ اگر تمام آسمانوں اور زمین کے رہنے والوں کو ان میں سے ایک بھی دیدی جائے تو اس کے ذریعہ سے سب نجات پاجائیں۔ پھر حضرتؑ نے اَلَّذِیْنَ یَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ سے هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ تک آیتیں تلاوت فرمائیں۔ قول مترجم وہ تینوں خوبیاں اِن آیتوں کے ترجمہ کو غور سے پڑھ کر سمجھ لیجئے۔ ۱۲

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا : تفسیر قمی میں ہے کہ اس سے مراد ہیں بنی امیہ۔ ۱۲

اِذْ تُدْعَوْنَ اِلَی الْاِیْمَانِ : تفسیر قمی میں ہے کہ اَلْاِیْمَانِ سے مراد ہے ولایت علیؑ ابن ابیطالبؑ۔ ۱۲

اَمَتَّنَا اثْنَتَیْنِ : تفسیر قمی میں جناب امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے کہ یہ قول ان لوگوں کا زمانۂ رجعت میں ہوگا۔ ۱۲۔ تصریح : کفار بنی امیہ کے اس قول میں موت کو مقدم کیا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ پہلی موت تو ظاہر ان کو دنیا میں آئی تھی اور پہلی زندگی ان کے قول کے مطابق قبر میں سوال کے لیے ہوئی اور دوسری موت قبر میں بعد سوال ہوئی اور دوسری زندگی زمانۂ رجعت میں جس سے بنی امیہ کے نائب موجودہ حالت میں منکر ہیں۔ ۱۲

لِمَنِ الْمُلْكُ الْیَوْمَ : التوحید میں جناب امیر المومنینؑ کی ایک حدیث تفسیر حروف کے بارے میں ہے۔ اس میں حضرتؑ نے حرف میم کے بارے میں فرمایا کہ اس سے مراد ہے خدا تعالیٰ کا ملک یعنی سلطنت اور اس کا اختیار اور اس کا خصوصیت کے ساتھ اس دن مالک ہونا جس دن اُس کے سوا کوئی دوسرا مالک ہوگا ہی نہیں۔ اُسی دن خدا تعالیٰ فرمائے گا۔ لِمَنِ الْمُلْكُ الْیَوْمَ۔ تب اس کے انبیاءؑ کی اور اس کے رسولوں کی اور اس کی حجتوں کی روحیں یہ جواب دیں گی لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ۔ اس کے بعد خدا فرمائے گا۔ اَلْیَوْمَ تُجْزٰی کُلُّ نَفْسٍ الخ نہج البلاغہ میں ہے کہ فنائے دنیا کے بعد خدائے تعالیٰ ویسا ہی اکیلا رہ جائے گا جیسا کہ ابتدائے دنیا سے پہلے تھا کہ کوئی شئی اُس کے ساتھ نہ تھی۔ اسی طرح فنائے دنیا کے بعد یہ حالت ہوجائے گی کہ نہ وقت باقی رہے گا، نہ مکان، نہ حین اور نہ زمان۔ اس وقت میعادیں اور اوقات معدوم ہوجائیں گے۔ اور برس اور گھڑیاں زائل ہوجائیں گی۔ پس سوائے اُس ایک زبردست کے جس کی طرف کل امور کی بازگشت ہونی ہے اور کوئی شے باقی نہ رہے گی مخلوق کی ابتدا اس طرح ہوئی تھی کہ اس کی اپنی کوئی ذاتی قدرت نہ تھی اور فنا بھی اسی طرح ہوجائے گی کہ اس سے اپنی کوئی روک تھام نہ ہوسکے گی۔ اور اگر ہمیں اس روک تھام کی کوئی قوت ہوتی تو اس کی بقا دوامی ہوجاتی (اس مضمون کی ایک حدیث سورۂ زمر کے آخر میں بھی بیان ہوچکی ہے دیکھو ص۵۵ نوٹ ۱ و ۵)۔ تفسیر قمی میں جناب امام جعفر صادقؑ سے اس حدیث میں جس میں خدا تعالیٰ کا زمین و آسمان کے باشندوں کو موت دینا بیان کیا گیا ہے۔ منقول ہے کہ پھر خدا تعالیٰ اتنی مدت جتنی ساری مخلوق کو پیدا کرنے میں صرف ہوئی تھی اور اتنی ہی اور۔ پھر اس سب سے کئی گنی اور زیادہ گزار دیگا پھر فرمائیگا لِمَنِ الْمُلْكُ الْیَوْمَ پھر خود ہی جواب دیگا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ۔ اب وہ زبردست کہاں ہیں اور وہ کہاں ہیں جو میرے ساتھ اور خداؤں کو پکارا کرتے تھے تکبر کرنے والے کدھر گئے اور ان کی نخوت کہاں گئی اس کے بعد مخلوق کو مبعوث فرمائے گا۔ ۱۲

یَوْمَ الْاٰزِفَةِ : تفسیر صافی میں ہے کہ یہ بھی قیامت کا ایک نام ہے اور اٰزِفَۃ ازف سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں قرب۔ ۱۲

مَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ حَمِیْمٍ وَّلَا شَفِیْعٍ یُّطَاعُ : التوحید میں جناب امام محمد باقرؑ سے منقول ہے کہ مومن جب کسی گناہ کا مرتکب ہوتا ہے تو اس سے اس کو رنج بھی پہونچتا ہے اور وہ اس پر نادم بھی ہوتا ہے۔ اور آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ توبہ کیلئے نادم ہونا کافی ہے۔ نیز فرمایا ہے کہ جس شخص کو نیکی کرنا مسرت پہنچائے اور بدی کرنا بُرا معلوم ہو وہی مومن ہے۔ پس جو شخص کسی ایسے گناہ پر جس کا وہ مرتکب ہوا ہو نادم نہ ہو وہ مومن بھی نہیں ہے اور اس کی شفاعت بھی لازم نہیں ہے بلکہ وہ ظالم ہے اور ظالموں کے بارے میں خدا فرماتا ہے وَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ حَمِیْمٍ وَّلَا شَفِیْعٍ یُّطَاعُ۔ ۱۲

خَائِنَةَ الْاَعْيُنِ ؛ معانی الاخبار میں ہے کہ جناب امام جعفر صادقؑ سے اس کے معنی دریافت کئے گئے تھے تو حضرتؑ نے پوچھنے والے سے فرمایا کہ کیا تو نے ایسے شخص کو نہیں دیکھا ہے جو ایک چیز کی طرف نظر ڈالتا ہو مگر اس طرح گویا اس کو دیکھ نہیں رہا ہے خَائِنَةَ الْاَعْيُنِ یہی ہے۔
تفسیر مجمع البیان میں ایک حدیث ابن ابی سرح کے ذکر میں ہے جس کا ایک جزو یہ ہے کہ عباد ابن بشیر نے عرض کی یا رسولؐ اللہ میری آنکھ برابر حضورؐ کی آنکھ کی طرف اس انتظار میں دیکھتی رہی کہ آپ اگر اشارہ فرمائیں تو میں اس کو قتل کر دوں آنحضرتؐ نے فرمایا کہ خَائِنَةَ الْاَعْيُنِ یعنی آنکھ سے اشارۃً کچھ کہدینا انبیاءؑ کا کام نہیں ہوتا ۱۲

قولِ مترجم ؛ ابن ابی سرح کا نام عبداللہ تھا اور یہ عثمان کا خالہ زاد بھائی تھا یہ اُن کے عہدِ حکومت میں حاکم مصر ہوا اور اسی کے قصّہ میں خلیفہ صاحب کی جان گئی اس نے کتاب وحی میں خیانت کی تھی پھر مدینہ سے مرتد ہو کر مکہ چلا گیا تھا۔ آنحضرتؐ کی شان میں گستاخیاں کیا کرتا تھا، جن کی وجہ سے آنحضرتؐ نے ان کا خون ہدر فرما دیا تھا تاہم روزِ فتح مکہ عثمان اس کا ہاتھ پکڑ کر آنحضرتؐ کی خدمت میں لائے اور سفارشی ہوئے۔ آنحضرتؐ نے اپنے خلقِ عظیم سے معاف تو فرما دیا۔ مگر بعد اس کے چلے جانے کے حاضرین سے یہ ارشاد فرمایا کہ جب ہم اس کا خون ہدر کر چکے تھے تو قبل اس کی سفارش ہونے کے اس کی صورت دیکھتے ہی اس کو قتل کیوں نہ کیا گیا۔ اس پر عبادِ ابنِ بشیر نے وہ کہا اور وہ جواب پایا جو اوپر منقول ہوا ہے۔ ۱۲

جناب امام رضا علیہ السّلام سے منقول ہے وہ جناب فرماتے ہیں کہ جس مردِ مومنِ آلِ فرعون کی شان میں خدا نے سورۂ مومن میں فرمایا ہے وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ اِيْمَانَهٗٓ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ وہ فرعون کا ماموں زاد بھائی تھا بوجہ سلسلہ نسبی فرعون کی طرف منسوب ہوا اور آلِ فرعون کہلایا اُس کو فرعون کی طرف خدا نے اس لیے منسوب نہیں کیا ہے کہ وہ فرعون کے دین پر تھا۔

عبداللہ بن سلیمان کہتے ہیں کہ میں نے جناب امام محمد باقر علیہ السّلام کو عثمان اعمے بصراوی کے جواب میں جبکہ اُس نے عرض کیا کہ حسن بصری کا یہ گمان ہے کہ لوگ علم کو چھپاتے ہیں اُن کے شکموں کی بدبو سے اہل دوزخ اذیت پائیں گے یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ اس بنا پر تو مومن آلِ فرعون بھی گمراہ تھا کہ جب سے خداوند عالم نے حضرت نوحؑ کو مبعوث برسالت کیا تھا علم دین کو برابر پوشیدہ کرتا رہا حسن بصری اپنے داہنے بائیں بھٹکتا پھرے خدا کی قسم ہمارے سوا علم کہیں موجود نہیں ہے۔
علامہ ابن بابویہ القمی بسلسلۂ اسنادِ خود عبدالرحمٰن ابن ابو لیلی سے بطریقِ مرفوع روایت کرتے ہیں کہ جناب رسولِ خدا نے فرمایا کہ صدیق کُل تین ہیں ایک حبیب نجار مومن آلِ یٰسین جنھوں نے یہ الفاظ فرمائے تھے۔ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِيْنَ اتَّبِعُوْا مَنْ لَّا يَسْئَلُكُمْ اَجْرًا وَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝ دوسرے حزقیل مومن آلِ فرعون (جن کا اسی نوٹ میں ذکر ہے) تیسرے علیؑ ابن ابیطالبؑ اور یہ سب میں افضل و اکبر ہیں۔

قولِ مترجم ؛ یہ حدیث اہل سنّت کی کتابوں میں بہت طریقوں سے وارد ہوئی ہے بعض میں اَكْبَرُهُمْ وارد ہوا ہے اور بعض میں اَفْضَلُهُمْ جس سے یہ پتہ لگا کہ صدیق اکبر جناب امیر المومنینؑ علیہ السّلام کے خطابات میں سے ایک خطاب ہے جو خلافت کی طرح غصب کر لیا گیا۔

غُدُوًّا وَّعَشِيًّا ج ؛ تفسیر قمی میں ہے کہ جناب امام جعفر صادقؑ سے اس آیت کے معنی دریافت کئے گئے تھے تو فرمایا کہ لوگ اس کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ عرض کی گئی یہ کہتے ہیں کہ یہ بات تو دوامی جہنم میں ہوگی اور صبح و شام کے درمیان میں ان کو عذاب نہ دیا جائے گا۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ اس سے تو وہ بڑے خوش نصیب ہو گئے۔ پھر فرمایا کہ معاملہ دنیا ہی میں ہوگا۔ (یعنی عالم برزخ میں) رہا دوامی جہنم اس کے لیے آگے بیان ہے۔ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ
تفسیر مجمع البیان میں جناب رسولِ خدا سے منقول ہے کہ تم میں سے جب کوئی مرجاتا ہے تو صبح و شام اُس کو اُس کا ٹھکانا دکھایا جاتا ہے اگر وہ جنتی ہے تو جنت میں اور جہنمی ہے تو جہنم میں، اور اُس سے یہ کہا جاتا ہے کہ تیرا ٹھکانہ یہ ہے اور قیامت تک یہی سلسلہ جاری رہے گا۔ ۱۲

اَلضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا ؛ مصباح المتہجد میں جناب امیر المؤمنینؑ کا ایک خطبہ منقول ہے جو ان حضرتؑ نے غدیر کے دن فرمایا تھا اور اُسی میں یہ آیت بھی پڑھی تھی۔ از آنجملہ یہ بھی فرمایا تھا کہ جانتے ہو استکبار کیا چیز ہے؟ پھر فرمایا کہ جس کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہو اس کی اطاعت کا چھوڑ دینا اور جس کی مطابعت پر مامور کئے گئے ہوں اُس کے مقابلہ میں بڑائی چاہنا۔ اور قرآن مجید ایسے بہت سے لوگوں کی خبر دیتا ہے۔ ۱۲

اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؛ تفسیر قمی میں جناب امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے کہ خدا کی طرف سے یہ نصرت کا معاملہ رجعت میں پیش آئے گا۔ کیا تم یہ نہیں جانتے کہ بہت سے انبیاءؑ کی دنیا میں نصرت نہ کی گئی اور وہ قتل کر دیئے گئے اور ائمہؑ بھی قتل کیے گئے اور ان کی نصرت نہیں کی گئی تو ضرور ہے کہ وعدہ رجعت میں پورا ہو۔ ۱۲

يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ ؛ کافی میں جناب امام محمد باقرؑ سے اس آیت کے بارے میں منقول ہے کہ یہاں عبادت کے معنی دعا ہیں۔ اور افضل عبادت دعا ہے۔ نیز منقول ہے کہ انہی حضرتؑ سے دریافت کیا گیا تھا کہ کون سی عبادت افضل ہے؟ فرمایا اللہ کے نزدیک اس سے افضل کچھ نہیں کہ اس سے سوال کیا جائے گا۔ اور جو چیزیں لوگوں کے پاس موجود ہوں وہ بھی اس سے مانگیں۔ اور اُس شخص سے زیادہ خدا کا کوئی دشمن نہیں جو اُس سے دعا کرنے سے اینٹھے اور جو چیزیں اُس کے پاس موجود ہوں وہ نہ مانگے۔ اور جناب امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے کہ برابر دعا مانگے جاؤ اور یہ خیال ہرگز نہ کرو کہ دعا تو حاصل ہو گئی، اب اس سے فارغ ہو گئے اسلئے کہ دعا کرنا خود عبادت ہے چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے اُدْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ط اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ۝ صحیفۂ سجادیہ میں اس آیت کا ذکر لانے کے بعد حضرت امام زین العابدینؑ فرماتے ہیں پروردگارا! تو نے دعا کو عبادت سے موسوم فرمایا ہے اور دعا چھوڑ دینے کو تکبّر بتلایا ہے اور اُس پر ذلیل ہو کر جہنم میں جانے کی وعید فرمائی ہے۔ ۱۲

اِذِ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ ؛ البصائر میں جناب امام محمد باقرؑ سے منقول ہے کہ میں اپنے والد ماجد کے پیچھے پیچھے تھا اور وہ حضرتؑ ایک خچر پر سوار تھے۔ یکایک وہ خچر بھڑکا۔ دیکھتا کیا ہوں کہ ایک بوڑھا شخص ہے جس کے گلے میں ایک زنجیر پڑی ہوئی ہے اور اس کے پیچھے پیچھے ایک شخص زنجیر تھامے ہوئے ہے۔ یہ بوڑھا شخص چیخ چیخ کر کہتا ہے کہ یا علیؑ ابن الحسینؑ مجھے پانی پلا دیجئے اور وہ پیچھے والا شخص کہتا ہے کہ یا حضرتؑ اسے ہرگز پانی نہ پلائیے۔ خدا تعالیٰ اسے کبھی سیراب نہ کرے گا پھر

حضرتؑ نے فرمایا کہ یہ بوڑھا معاویہ تھا۔

يُسْحَبُوْنَ ۝ فِي الْحَمِيْمِ: کافی اور تفسیر قمی میں ہے کہ جناب امام محمد باقرؑ سے دریافت کیا گیا تھا کہ یا ابن رسول اللہ ہماری جانیں آپ پر قربان ہوں جو لوگ توحید کے ماننے والے ہوں اور جناب رسولؐ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کے اقرار کرنے والے۔ ساتھ ہی اس کے گناہگار بھی ہوں اور جس حالت میں مرجائیں ان کا کوئی امام نہ ہو اور آپ حضرات کی ولایت کے عارف نہ ہوں تو ان کی حالت کیا ہوگی؟ فرمایا اُنکی قبریں ان کے لیے حوالات کا کام دیں گی پس اُن میں سے جس شخص کا کوئی نیک عمل ہوگا اور اس سے ہماری کوئی عداوت ظاہر نہ ہوئی ہوگی تو اُس کی قبر میں اُس جنت سے جسے خدا تعالیٰ نے مغرب کی طرف بنایا ہے ایک نالی کھود دیگا جس میں سے اس کی قبر میں قیامت کے دن تک ہوا اور راحت پہنچتی رہے گی۔ تا آنکہ پروردگارِ عالم کی حضور میں اُس کی روبکاری ہوگی۔ اس کی نیکیوں اور بدیوں کے بارے میں اس سے حساب لے گا۔ پس اب یا تو جنت میں جائے گا یا جہنم میں۔ غرض ایسے لوگوں کا معاملہ تو خدا تعالیٰ کے فیصلہ پر موقوف ہے۔ پھر فرمایا کہ ایسا ہی معاملہ خدا تعالیٰ کم عقلوں، نادانوں، بیوقوفوں اور بچوں اور خصوصاً مسلمانوں کے بچوں کے ساتھ فرمائے گا۔ اب رہے ناصبی جو اہل قبلہ ہی میں سے ہیں اُن کے کیلئے اُس آگ کی طرف جسے خدا تعالیٰ نے مشرق میں پیدا کیا ہے ایک خندق کھود دی جائے گی جس میں سے ان پر لپٹ اور شعلے اور دھواں اور کھولتے ہوئے پانی کی بھوار قیامت تک پڑتی رہے گی۔ پھر جہنم میں وہ بھیجے جائیں گے پھر آگ میں تپائے جائیں گے۔ پھر ان سے کہا جائے گا کہ اب وہ کہاں ہیں جن کو تم اللہ کے سوا شریک کیا کرتے تھے جس کا یہ مطلب ہے کہ وہ تمہارے امام جی کدھر ہیں جن کو تم نے خدا کے مقرر کردہ امام کو چھوڑ کر امام بنا لیا تھا؟ ۱۲

خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ: تفسیر قمی میں ہے کہ اس آیت میں جو لفظ يَوْمَيْنِ آیا ہے اُس سے مراد ہے دو وقت (نہ کہ دو دن جیسا کہ ہم عرفِ عام میں سمجھتے ہیں) ایک ابتداء خلقت کا وقت اور ایک تکمیل خلقت کا وقت۔ ۱۲

بٰرَكَ فِيْهَا وَقَدَّرَ فِيْهَآ اَقْوَاتَهَا فِيْٓ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ: بسلسلۂ حدیث سابق اسی تفسیر میں ہے کہ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ (جس کے معنی ہیں چار دن) سے چار وقت مراد ہیں جن میں خدا تعالیٰ تمام عالم کی روزی پیدا کرتا ہے، آدمیوں کی، چوپایوں کی، پرندوں کی، کیڑے مکوڑوں کی یعنی خشکی میں جو مخلوق رہتی ہے اس کی اور جو تری میں رہتی ہے اُس کی۔ کسی کی پھلوں سے ہوتی ہے۔ کسی کی گھانس پھونس اور چھوٹے چھوٹے درختوں سے اور کسی کی بڑے درختوں سے اور کسی کی اور چیزوں سے بہرحال اُن سب چیزوں کو جن سے روزی پہنچتی ہے چار وقتوں میں پیدا فرماتا ہے۔ وہ چار وقت چار موسم ہیں موسم بہار، موسم گرما، موسم خزاں، موسم سرما۔ پس موسم سرما میں خدا تعالیٰ ہواؤں کو بھیجتا ہے اور ان کے ساتھ ساتھ آسمان سے کبھی ہلکی ہلکی پھوار پڑتی ہے کبھی اچھے خاصے جھلّے پڑ جاتے ہیں کبھی موسلا دھار مینھ برس جاتا ہے۔ پس اس سے زمین اور درخت دونوں میں پیدا کرنے کی قوت بھر جاتی ہے۔ حالانکہ وہ وقت ٹھنڈا ہوتا ہے اس کے بعد جب موسم بہار آتا ہے کہ وہ معتدل وقت ہے ہم گرم وہم سرد تو درختوں سے پھل نکلتے ہیں اور زمین سے نباتات اور وہ خوب ہری بھری ہو جاتی ہے، پھر موسم گرما آتا ہے اس کا وقت گرم ہونے کے سبب پھل پختہ ہو جاتے ہیں اور وہ اناج اور غلے جن پر بہت سے جانداروں کی روزی کا دار و مدار ہے سخت ہو جاتے ہیں۔ اس کے بعد خریف کا وقت آتا ہے جس سے پھلوں میں خوشبو اور برودت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور اگر تمام سال موسم یکساں رہتا تو زمین سے کوئی نباتات ہی نہ اگتی۔ مثلاً اگر برابر بہار ہی کا وقت رہتا تو نہ پھل پکتے اور نہ غلہ تیار ہوتا۔ اور اگر گرمی ہی گرمی رہتی تو زمین کی ہر چیز جل جاتی اور جانداروں کے لیے نہ روزی بہم پہنچتی نہ قوت۔ اور اگر خزاں ہی کا زمانہ رہتا اور اُس کے بعد اوقات مذکورہ نہ آتے ہوتے تو اہلِ عالم کے روزی بہم پہنچنے کا کوئی سامان ہی نہ ہوتا۔ پس خدا تعالیٰ نے سب کی روزی ان چار وقتوں میں بہم پہنچائی اور ان کو ایام سے تعبیر فرمایا۔ ۱۲

گذشتہ سے پیوستہ: قولِ مترجم: یہاں قابلِ خیال بات یہ ہے کہ دن کو تو خدا نے نحس فرمایا مگر رات کو کسی جگہ نحس نہیں فرمایا، جس سے بآسانی یہ نتیجہ نکل سکتا ہے کہ جو دن نحس ہے وہ دن ہی دن نحس ہے اُس کی رات نحس نہیں اور رات اور دن علیحدہ علیحدہ ہوتے ہیں۔ (اس کے ثبوت کے لیے دیکھو صفحہ ۵۱۵ سطر ۶)۔ ۱۲

وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ الخ: تفسیر صافی میں ہے کہ ایک قول کے بموجب اس آیت کے یہ معنی ہیں کہ تم بدیوں کے ارتکاب کرنے کے وقت فضیحت ہو جانے کے خوف سے لوگوں سے تو ان کو چھپاتے تھے اور یہ تم کو گمان بھی نہ تھا کہ خود تمہارے اعضاء تمہارے برخلاف گواہی دیں گے پس تم نے ان سے نہ چھپایا۔ اور ایک قول کے بموجب اس کے معنی یہ ہیں کہ تم یہ سمجھ کر کہ خود تمہارے اعضاء تمہارے برخلاف گواہی دیں گے گناہوں سے باز نہ رہے کیوں کہ تمہارا یہ گمان ہی نہ تھا کہ ایسا ہوگا۔ بلکہ تمہارا تو یہ خیال تھا کہ تم جو کچھ کرتے ہو اس کے بہت سے حصّے سے خداوند عالم ناواقف ہے۔ وجہ یہ ہے کہ تم خدا کی معرفت ہی نہ رکھتے تھے اسی سے گناہوں کا ارتکاب تمہیں آسان معلوم ہوتا تھا۔ کافی میں جناب امام جعفر صادقؑ سے اور الفقیہ میں جناب امیر المومنینؑ سے اس آیت کی تفسیر میں منقول ہے کہ جلود کے معنی ستر اور اندام نہانی کے ہیں۔ ۱۲

نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ: تفسیر مجمع البیان میں جناب امام محمد باقرؑ سے منقول ہے کہ اس کے یہ معنی ہیں کہ ہم دنیا میں بھی تمہاری حفاظت کرتے رہے اور موت کے وقت بھی حاضر رہے۔ تفسیر قمی میں جناب امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے کہ جب ہمارا کوئی دوست اور ہمارے دشمنوں کا دشمن مرنے لگتا ہے تو جناب رسولؐ خدا، جناب امیر المومنین اور جناب حسنینؑ علیہم السّلام اس کے پاس آتے ہیں، اُس کو دیکھتے ہیں اور اُسے خوشخبری دیتے ہیں اور جو ہمارا دوست نہ ہو دیکھتا ان حضرات کو وہ بھی ہے مگر اس طرح کہ اس کو بہت ہی رنج پہنچتا ہے۔ اور اس پر جناب امیر المومنینؑ کا یہ قول دلالت کرتا ہے جو آپ نے حارث ہمدانی سے فرمایا تھا۔ يَا حَارِ هَمْدَانَ مَنْ يَّمُتْ يَرَنِيْ: مِنْ مُّؤْمِنٍ اَوْ مُنَافِقٍ قُبُلًا (اے حارث ہمدانی جو بھی مرے گا وہ مجھے دیکھے گا۔ خواہ وہ پہلے سے مومن ہو یا منافق) تفسیر جناب امام حسن عسکریؑ میں سورۂ بقر کی اس آیت اَلَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ (دیکھو صفحہ ۹ سطر ۱۰) کے متعلق جناب امام حسن عسکری سے منقول ہے کہ جناب رسولِ خدا نے فرمایا کہ مومن ہمیشہ عاقبت کی خرابی سے ڈرتا رہتا ہے اور اُس کو خوشنودی خدا حاصل کر لینے کا یقین اس وقت تک نہیں ہوتا جب تک کہ اس کی جانکنی اور ملک الموت کے آجانے کا وقت نہ آجائے اور ملک الموت مومن کے پاس ایسے

وقت آتے ہیں کہ ادھر تو بیماری کی شدت اس بیچارے کو پریشان کیئے ہوتی ہے ادھر مال وغیرہ جو کچھ چھوڑتا ہے اس سے بال بچے اور یار دوست جن جن لوگوں سے لین دین تھا اُن سب سے چھوٹنے کا رنج وغم اس کے دل پر ہجوم کیئے ہوئے ہوتا ہے اور تمام امیدیں منقطع ہوتی ہیں اور آتے ہی یہ کہتے ہیں کہ تم پریشان کیوں ہو؟ مومن کہتا ہے میرے تمام معاملات گڑبڑ ہوئے جاتے ہیں۔ اولاد و مال سب کچھ چھٹا جاتا ہے ملک الموت کہتے ہیں کہ کوئی عقلمند ایک کھوٹے روپئے کے جاتے رہنے سے جس کے عوض میں اس دنیا جیسے ہزار دو ہزار عالم ملیں کہیں محزون بھی ہوتا ہے؟ مومن کہتا ہے نہیں۔ ملک الموت کہتے ہیں ذرا اب اوپر نظر کرو۔ جب یہ اوپر نظر ڈالتا ہے تو جنت میں اپنے درجے اور وہ محل جو خیال میں بھی کبھی نہ گزرے تھے دیکھتا ہے۔ اسوقت ملک الموت کہتے ہیں کہ وہ مکانات، وہ نعمتیں، وہ مال و دولت اور وہ اہل وعیال سب تمہارے ہیں اور جن اہل وعیال کو یہاں چھوڑے جاتے ہو ان میں سے بھی جو جو نیک ہوں گے یہ بھی وہیں تمہارے پاس پہنچ جائیں گے۔ بولو اب اس دنیا کو وہاں کے بدلے میں چھوڑنے پر راضی ہو؟ مومن کہتا ہے واللہ میں راضی ہوں۔ پھر ملک الموت کہتے ہیں کہ اِدھر دیکھو۔ اُدھر جو دیکھتا ہے تو جناب رسولخدا اور جناب علی مرتضیٰ اور ان دونوں بزرگوار کی آل میں جو معصوم ہیں وہ سب اعلیٰ علیین میں اس کو دکھائی دیتے ہیں۔ ملک الموت کہتے ہیں کہ ان کو دیکھ رہے ہو تمہارے سردار اور تمہارے ائمہؑ یہی ہیں۔ وہاں یہ تمہارے جلیس وانیس ہوں گے۔ اب جو یار دوست یہاں چھوٹتے ہیں ان کے بدلے ان حضراتؑ کو قبول کرنے پر راضی ہو؟ مومن کہتا ہے واللہ میں (ہزار جان سے) راضی ہوں۔ اس حالت کو خدا تعالےٰ نے ان لفظوں میں بیان فرمایا ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا یعنی جو کچھ آگے آنیوالا ہے اُس سے ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں اور جو بال بچے پیچھے چھوڑے جاتے ہو اُن پر رنج کی کوئی وجہ نہیں۔ اسلئے کہ جنت میں تم جو کچھ دیکھ رہے ہو یہ سب اُن کا بدلہ ہے وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ٥ ۔ ١٢

اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ﴿ تفسیر عیاشی میں ہے کہ یہ آیت امیر المؤمنین کی شان میں ہے۔ ١٢

لَا تَسْتَوِی الْحَسَنَۃُ وَلَا السَّیِّئَۃُ ﴿ کافی میں جناب امام جعفر صادقؑ سے اس آیت کی تفسیر میں منقول ہے کہ اَلْحَسَنَۃُ سے مراد ہے تقیہ اور السَّیِّئَۃُ سے مراد ہے افشاء راز۔ نیز حضرتؑ نے یہ بھی فرمایا کہ اَلَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ سے بھی مراد تقیہ ہے۔ ١٢

پارۂ بست وچہارم ٢٤ تمام شد